۷ شوال المکرّم ۱۴۴۷ھ / 27 مارچ 2026ء

نعمتِ علم کی عظمت

اور

دینی مدارس کی اہمیت

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان مرکزی دفتر جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری گیٹ لاہور

گوشۂ خطبات حاصل کرنے کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کریں: khutbatenizamiacom/یا QR code سکین کریں:

042-37374429 0315-7374429 munpk7374429@gmail.com

مجلس علماء نظامیہ پاکستان Join our channel
مجلس علماء نظامیہ پاکستان Follow our Acount
JAMIA NIZAMIA RIZVIA Like our Page
JAMIA NIZAMIA RIZVIA Like our Page
JAMIA NIZAMIA RIZVIA Subscribe our channel

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

وَقُلۡ رَّبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا ۔ [طٰہٰ114:20]

انسان کی فطرت ہے کہ وہ نعمتوں میں اِضافے کی جستجو کرتا ہے... بہتر سے بہترین کی طرف سفر جاری رکھتا ہے اور اپنی زندگی کو مزید آراستہ وکامیاب بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ خواہش اچھی چیز ہے، مگر اِس کے حوالے سے شریعتِ مطہرہ کی حُدود میں رہنا چاہیے، بے لگام ہو کر نعمتوں میں اِضافے کی تمنّا بہت دفعہ انسان کو لے ڈوبتی ہے۔

بعض اوقات انسان شیطانی دھوکے میں مبتلا ہو جاتا ہے اور کسی چیز کو نعمت سمجھ کر اُس میں ترقّی کی چاہت رکھتا ہے، مگر حقیقت میں وہ شے نعمت ہوتی ہی نہیں؛ اِس لیے اپنی التجاؤں اور چاہتوں سے متعلق دینی راہ نمائی حاصل کرنا ضروری ہے؛ تاکہ نعمتوں کی پہچان اور اُن کے حصول میں اعتدال وتوازُن برقرار رہے اور یہ خواہشِ نفس کی پیروی میں بدل کر زحمت نہ بنے۔

ایک چیز ایسی ہے جس میں اِضافے کی تڑپ کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے، حالانکہ وہ بہت بڑی نعمت ہے اور خود خالقِ کائنات پسند فرماتا ہے کہ بندے اُس میں ترقّی کی تمنّا رکھیں، حتّٰی کہ ربِ کریم نے بندوں کو اُس میں اِرتقا کی دُعا سکھائی ہے، وہ نعمت "علمِ دین" ہے۔

علیم وخبیر جَلَّ وَعَلَا نے اِرشاد فرمایا: وَقُلۡ رَّبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا ۔ "(اے حبیب!) یوں عرض کیجیے: اے میرے ربّ! میرے علم میں اِضافہ فرما!" [طٰہٰ114:20]

لُطف یہ کہ آیتِ مبارکہ میں بلاواسطہ مخلوق کے سب سے بڑے عالِم ﷺ سے خطاب ہے، پھر اُن کے واسطے سے دیگر کو حکم ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ اگر اَعْلَمُ الْخلق ﷺ کو علم میں اِضافے کی دعا کا حکم ہے تو ہمیں علم حاصل کرنے کی کتنی جستجو ہونی چاہیے!

ہونا تو یہ چاہیے کہ بندہ علمِ دین سے کبھی بھی سَیر نہ ہو، بلکہ رِضائے اِلٰہی کے لیے ہمیشہ اُس میں اِضافے کی جستجو رکھے.... جب کہ ہمارا حال اِس کے برعکس ہے، ہم دَولت بڑھانے کے لیے سرگرداں رہتے ہیں، مگر علمِ دین حاصل کرنے کے لیے ہمارے پاس وقت ہی نہیں.. ہم بھاری فیسیں ادا کر کے اپنے بچوں کو عصری علوم دلواتے ہیں، مگر علمِ دین مفت میں پڑھایا جائے تو بھی اُسے سکھانے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ اِس روِش کے نتائج تباہ کُن ہیں اور اُن میں سے کچھ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی رہے ہیں۔

عصرِ حاضر میں علمِ دین کی اِشاعت کے سب سے بڑے مراکز دینی مدارِس وجامعات ہیں، جو حکومتی سرپرستی کے بغیر محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور سیدِ عالم ﷺ کی نگاہِ عنایت سے علمِ دین کا نور پھیلا رہے ہیں۔

چند ہی دنوں میں دینی مدارِس کا نیا تعلیمی سال شروع ہونے والا ہے۔ چنانچہ آج نعمتِ علم کی عظمت اور دینی مدارِس کی اہمیت کے عنوان سے گفتگو ہو گی؛ تاکہ ہم خود بھی علمِ دین سے بہرہ مند ہوں اور گھر کے دیگر افراد کو بھی اِس سے آراستہ کریں۔

علمِ دین کی فضیلت

ویسے تو علمِ دین کی فضیلت سے متعلق قرآن وسنّت کی بے شمار نصوص موجود ہیں، مگر ایک بات پر غور کرنے سے ہی دل مچل جائے گا... وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے عالمِ باعمل کو قابلِ رشک قرار دیا ہے۔

انسان کی فطرت ہے کہ جب وہ کسی دوسرے شخص کے پاس ربّ تعالیٰ کی نعمت دیکھے تو دل میں شوق پیدا ہوتا ہے کہ کاش ایسی نعمت میرے پاس بھی ہو! اِس جذبہ و کیفیت کو عربی میں "غِبْطَه" اور اُردو میں "رَشک" کہا جاتا ہے۔

رشک کبھی اچھا ہوتا ہے اور کبھی بُرا۔ اگر وہ نعمت اور صاحبِ نعمت واقعی "قابلِ رشک" ہوں تو یہ کیفیت اچھی چیز ہے.... لیکن اگر وہ نعمت یا نعمت والا دینی اعتبار سے "قابلِ رشک" نہیں تو یہ جذبہ بُرا ہے اور بعض اوقات کئی خرابیوں کا سبب بن جاتا ہے۔

"قابلِ رشک" کون ہے؟ اِس سوال کا جواب مختلف افراد کے ذہنوں میں مختلف ہوگا؛ کیونکہ رشک اُس نعمت پر ہوتا ہے جس کی قدر ہو، جب نعمتوں کی قدر کے حوالے سے سوچ مختلف ہے تو "قابلِ رشک" ہونے کا معیار بھی مختلف ہوگا... اگر ہم مخلوق میں سب سے بڑے عالِم، سب سے بڑے دانا، سب سے بڑے سچے اور سب سے بڑے خیر خواہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادِ مبارک سے راہ نمائی حاصل کریں تو صاحبِ نعلَین ووِسادہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی کا مفہوم ہے: "قابلِ رشک افراد فقط دو ہی ہیں":

1) رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ مَالًا فَسُلِّطَ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ۔ "وہ شخص جسے اللہ کریم نے مالِ حلال عطا فرمایا اور اُسے راہِ حق میں بے دریغ خرچ کرنے کی توفیق سے نوازا۔"

2) وَرَجُلٌ آتَاهُ اللهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا۔ "وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت (علمِ دین) سے نوازا، چنانچہ وہ اُس کے مطابق عمل اور فیصلے کرتا ہے اور اُسے دوسروں کو سکھاتا ہے۔" (صحیح بخاری:73۔ صحیح مسلم:816۔ ترجمہ ماخوذ از مرقاۃ المفاتیح)

اِن دو خوبیوں کے حامل افراد قابلِ رشک کیوں ہیں؟ اِس لیے کہ یہ دونوں خوبیاں انبیائے کرام ورُسُلِ عِظام عَلَيْهِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيمَات کے اوصاف سے ہیں، اُنھیں مال ودَولت عطا ہو تو وہ اُسے اپنی ذات کے لیے نہیں، بلکہ حق کی سربلندی کے لیے خرچ کرتے ہیں، نیز علمِ دین کا فروغ اور عدل وانصاف کا قیام اُن کا اوّلین مقصد ہوتا ہے؛ لہٰذا علم پر عمل کرتے ہوئے اُسے فروغ دینے والا اور راہِ حق میں مالِ حلال خرچ کرنے والا... دونوں ہی انبیائے کرام عَلَيْهِمُ السَّلَام کے راستے پر چل رہے ہیں؛ اِس لیے یہ دونوں قابلِ رشک ہیں۔[1]

رحمتِ عالم ﷺ نے رشک کو اِن دو افراد میں منحصر فرمایا، یعنی فقط یہی دو افراد اِس قابل ہیں کہ اِن پر رشک کیا جائے۔ یوں آپ ﷺ نے ہمیں رغبت دلائی کہ ہم بھی اِن جیسا بننے کی بھرپور کوشش کریں۔

---

[1] وَإِنَّمَا حَرَّصَ عَلَى الْغِبْطَةِ فِي هَاتَيْنِ الْخَصْلَتَيْنِ؛ لِأَنَّهُمَا مِنْ صِفَاتِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، خُصُوْصًا الثَّانِيَةُ مِنْهُمَا۔ (لمعات التنقیح)

عصرِ حاضر میں علمِ دین کی ضرورت

موجودہ زمانے کو معلومات کا دَور (Information Age) قرار دیا جاتا ہے۔ ہمارے دَور میں کمپیوٹر، اسمارٹ فون اور انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعے چند سیکنڈ میں دُنیا بھر کی معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ دُنیا ایک گاؤں کی طرح بن گئی ہے اور اِسے اصطلاح میں (Global Village / عالَمی گاؤں) کہا جاتا ہے۔ ترقّی کی دَوڑ میں علمِ دین سے غفلت بڑھتی جارہی ہے اور جدید ذرائع کو ہی سب کچھ سمجھا جانے لگا ہے۔ چنانچہ ہمیں اپنے اور نسلِ نَو کے ذہنوں میں یہ بات راسخ کرنے کی ضرورت ہے کہ فقط معلومات کی کثرت کامیابی کے لیے ہرگز کافی نہیں، بلکہ اِس کے لیے علم کے ساتھ ساتھ "ہدایت" بھی بے حد ضروری ہے۔ علم وہی فائدہ مند ہے جو ہدایت کا ذریعہ بنے، بغیر ہدایت کے علم تباہی تک لے جاتا ہے اور ہدایت پانے کے لیے علمِ دین کی محتاجی تھی، ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

دُعائے نبوی: سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مَیں نے نبیِ اکرم ﷺ کو دُعا کرتے ہوئے سُنا: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّأَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ۔ "اے اللہ! مَیں تجھ سے نفع دینے والا علم مانگتا ہوں اور بے فائدہ علم سے تیری پناہ کا طلب گار ہوں۔" (صحیح ابن حبان، حدیث:82۔ السنن الکبریٰ للنسائی، حدیث:7818، إسنادہ حسن)

قرآنی مثال: سیدنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَات کے دَور میں "بَلْعَم" نامی ایک دانشور ہوتا تھا، اُسے علم میں انتہائی عُروج حاصل تھا، مگر وہ ہدایت کی دَولت سے محروم ہوگیا۔ اُس کا انجامِ بد ذکر کرتے ہوئے ربِّ کریم جَلَّ مَجْدُہٗ نے فرمایا: وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۔ "لیکن وہ تو زمین سے چمٹ گیا (دُنیا کے فتنے میں مبتلا ہوگیا) اور اپنی خواہش کا غلام بن گیا، پس اُس کی مثال کُتّے کی سی ہے۔ اے مخاطب! اگر تو اُس پر حملہ کرے تو وہ زبان نکالے یا اُسے چھوڑ دے تو بھی زبان نکالے۔" [الاعراف 176:7]

علم کی عظمت کا درس دینے والے قرآنِ حکیم نے بلعم کے لیے ایک ذلیل جانور کی مثال دے کر سمجھایا کہ علم کی عظمت تبھی ہے جب وہ ہدایت کا ذریعہ بنے، بے ہدایت شخص کو اُس کا علم ذلت و رُسوائی اور تباہی تک لے جاتا ہے۔

لمحۂ فکریہ: ہمارا تعلیمی نظام ایسا بنایا گیا ہے کہ زیادہ تر نوجوانوں کی پوری توجّہ صِرف عصری تعلیم کی طرف ہوتی ہے اور وہ بھی دَولت کمانے کے لیے۔ علمِ دین کو غیر ضروری چیز سمجھتے ہیں؛ یہی وجہ ہے کہ ناخواندہ افراد تو اپنی جگہ رہے، بہت سے اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات کو بھی ساری زندگی قرآنِ حکیم اور احادیثِ کریمہ کا مطالعہ کرنے کی سعادت نہیں ملتی۔ اِس کا نتیجہ یہ ہے کہ زندگی کے اہم اُمور محض ظاہری معلومات، معاشرتی رجحانات یا ذاتی خواہشات کی بنیاد پر انجام دیے جاتے ہیں اور قرآن و سنّت سے راہ نمائی نہیں لی جاتی۔

ہمیں یہ شعور بیدار کرنا چاہیے کہ علم میں ترقّی کے ساتھ ساتھ ہدایت کا حصول بھی بہت ضروری ہے اور وہ علمِ دین کے بغیر ممکن نہیں۔ عصرِ حاضر میں علمِ دین حاصل کرنے کی ضرورت کم نہیں ہوئی، بلکہ پہلے سے بھی بڑھ گئی ہے۔

دینی مدارِس کی اہمیت

تعلیمی اِدارے کسی بھی ملک و قوم کی ترقّی کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بحمد اللہ پاکستان میں بھی ہزاروں سرکاری و غیر سرکاری تعلیمی اِدارے موجود ہیں، اگرچہ اُن کی تعداد بڑھانے اور نظام کو بہتر کرنے کی ضرورت اب بھی باقی ہے۔

برِّصغیر میں رائج نظام کے مطابق دو طرح کے اِدارے تعلیم فراہم کرتے ہیں:

i. عصری تعلیم کے ادارے، یعنی سکولز، کالجز اور یونی ورسٹیز۔
ii. دینی مدارس و جامعات۔

اگرچہ حکومت کی ذمّہ داری ہے کہ اِس تقسیم کو ختم کرے اور ایسا نظامِ تعلیم رائج کرے جو دینی و دُنیاوی تقاضوں سے ہم آہنگ ہو، مگر بہر صورت برطانوی سامراج کی سازشوں کے نتیجے میں 1857ء کے بعد سے اب تک دونوں طرح کے تعلیمی ادارے موجود ہیں اور اپنے اپنے طریقہ کار کے مطابق کام کر رہے ہیں۔

عصری تعلیم کے ادارے بھی وقت کی ضرورت ہیں، جہاں نسلِ نَو کو دُنیاوی مہارتوں، سائنسی شعور، پیشہ ورانہ صلاحیتوں، ٹیکنالوجی اور طب وغیرہ سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ یہ چیزیں اگر رِضائے اِلٰہی کی خاطر اسلام کی ترقّی اور مسلمانوں کی بہتری کے لیے حاصل کی جائیں تو اِن پر بھی اجر و ثواب ملتا ہے، تاہم دینی مدارِس و جامعات کی ضرورت و اِفادیت سے بھی کوئی ذی شعور ہرگز انکار نہیں کر سکتا، بلکہ کئی جہتوں سے دینی مدارِس کی اِفادیت عصری اِداروں سے بھی بڑھ کر ہے۔ فقط تین باتوں پر غور کیجیے!

مقصدِ علم پر توجُّہ: عصری اِداروں میں پڑھنے والے ننانوے فیصد طلبہ کا مقصد ڈگری حاصل کر کے دُنیا کمانا ہوتا ہے، اِن اِداروں کے طلبہ کو یہ ذہن ہی نہیں دیا جاتا کہ علم حاصل کرنے، بلکہ ہر اچھے کام کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کی رِضا ہونا چاہیے۔ چنانچہ سٹوڈنٹ دُنیا کے لیے ہی پڑھتا ہے اور پھر عمر بھر دُنیا ہی کماتا ہے، چاہے اُسے کسی بھی ذریعے سے ملے.... دوسری طرف دینی مدارِس و جامعات میں ابتدا سے ہی طالبِ علم کی یہ ذہن سازی کی جاتی ہے کہ حصولِ علم ایک اہم عبادت ہے اور اِسے فقط رِضائے الٰہی کے لیے حاصل کرنا چاہیے۔ حقیر و ذلیل دُنیا اِس قابل نہیں کہ علم جیسی عظیم الشان دَولت کا مقصد اِس دُنیا کو بنایا جائے۔

قرآن و سنّت میں جہاں رِضائے اِلٰہی کے لیے علم حاصل کرنے کا شوق دلایا گیا ہے وہاں فقط دُنیا کمانے کی خاطر علم حاصل کرنے کی مذمّت بھی فرمائی گئی ہے۔

اِس نکتہ پر غور کرنے سے جہاں اپنی اِصلاح کا درس ملتا ہے وہاں دینی مدارِس و جامعات کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے۔

علوم کا امتزاج: سکولز، کالجز اور یونی ورسٹیز اپنے اپنے دائرۂ کار کے مطابق تعلیم کے فروغ کے لیے مصروف ہیں، مگر اُن کے

نظام میں یہ خامی ہے کہ سٹوڈنٹ کو دین کا خاطر خواہ علم نہیں دیا جاتا۔ یہ بات اِس نظام سے گزرنے والا ہر شخص بخوبی جانتا ہے.... جب کہ کثیر دینی جامعات کے نظام میں دینی و عصری تعلیم کا ایسا حسین امتزاج ہوتا ہے کہ طلبہ کی بڑی تعداد دورانِ تعلیم ہی یا فراغت کے بعد عصری علوم پر بھی عبور حاصل کرتی ہے۔ دینی مدارس کے فیض یافتگان میں بے شمار حضرات پی ایچ۔ڈی ڈاکٹرز اور ایم۔فل سکالرز ہیں... بلکہ کالجز اور یونی ورسٹیز میں لیکچرارز / پروفیسرز بھی ہیں اور دیگر مختلف شعبہ جات میں بھی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

یہ بات بھی خوش گوار حیرت کا سبب ہوگی کہ پاکستان میں اعلیٰ تعلیم کا اِدارہ H.E.C.(ہائر ایجوکیشن کمیشن) سُنّی اداروں کی تنظیم ''تنظیم المدارس اہلِ سنّت پاکستان'' اور دیگر منظور شدہ بورڈز سے جاری ہونے والی سند کو ایم۔اے۔عربی + ایم۔اے۔اسلامیات (ڈبل ایم۔اے) کے برابر تسلیم کرتا ہے اور برابر ہونے کا (مُعادلہ) سرٹیفکیٹ بھی جاری کرتا ہے۔

بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوتی ہے کہ دینی مدارِس کا نظامِ تعلیم کمزور ہے یا یہاں انتہا پسندی سکھائی جاتی ہے یا اِن میں پڑھنے والے طلبہ معاشرے کا اچھا فرد نہیں بن پاتے؛ اِسی لیے وہ اپنے بچوں کو دینی اداروں میں پڑھانے سے ہچکچاتے ہیں۔ گزشتہ گفتگو سے واضح ہوتا ہے کہ مدارِس کا تعلیمی معیار بھی قابلِ رشک ہے اور یہاں پڑھنے والے طلبہ اگر محنت کریں تو دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم کے بھی ماہِر ہوتے ہیں اور کسی بھی شعبے میں بہترین خدمات انجام دے سکتے ہیں۔

تربیت کا اہتمام: عصری تعلیمی اِداروں کی ضرورت سے کوئی بھی شخص انکار نہیں کر سکتا، مگر یہ کڑوا سچ ہے کہ زیادہ تر کالجز اور یونی ورسٹیز میں تربیت نام کی کوئی شے نہیں ہے۔ یہ ادارے طلبہ کو ڈگریاں عطا کر دیتے ہیں، لیکن ان کے اندر وہ اخلاقی و رُوحانی مضبوطی پیدا نہیں کرتے جو انسان کو قوم کا ایک باکردار اور ذمّہ دار فرد بناتی ہے۔ اِن کے نظام سے گزرنے والا بندہ اگر ذاتی طور پر کسی دینی شخصیت یا تنظیم سے وابستہ نہ ہو تو ڈگری مکمل ہونے تک اُس کی حیا اور نگاہوں کی حفاظت کا جنازہ نکل چکا ہوتا ہے۔ یہ حقیقت اِس شعبے سے تعلق رکھنے والوں پر مخفی نہیں۔ اِس صورتِ حال کا نتیجہ ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ڈاکٹرز، انجینئرز، اور ماہرینِ معاشیات میں اِضافہ ہو رہا ہے، لیکن اخلاقی و رُوحانی اَقدار کمزور تر ہوتی چلی جا رہی ہیں۔

اِس کے برعکس دینی مدارِس میں پڑھنے والے طلبہ کے سینوں کو علمِ دین کے نور سے منوّر کرنے کے ساتھ ساتھ اُن کے کردار کو بھی قرآن و سنّت کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی جاتی ہے اور اُنھیں اسلامی اقدار کی پابندی کا ذہن دیا جاتا ہے۔ طلبہ اپنے اساتذہ و اکابر کی لائقِ تقلید زندگیوں کو قریب سے دیکھتے ہیں اور پھر اُس کے مطابق اپنی عملی زندگی کی راہیں متعیَّن کرتے ہیں۔

اِس تقابل سے کسی فرد، طبقے یا اِدارے کی تحقیر ہرگز مقصود نہیں، بلکہ خرابیوں کی نشان دہی و اِصلاح اور دینی اداروں سے متعلق غلط فہمیوں کو دُور کرنا مقصود ہے۔ رسول اللہ ﷺ تعلیم بھی عطا فرماتے تھے اور تزکیہ و تربیت بھی۔ یہی دینی مدارس کا طریقہ ہے جو اُنھیں عصری اداروں سے ممتاز کرتا ہے۔

دینی مدارس کا معاشرے میں کردار

تعلیم کے مختلف شعبے ہیں اور ہر اِدارہ اپنے شعبے کے افراد تیار کرتا ہے.. مثلاً انجینئرنگ کے ادارے انجینئرز تیار کرتے ہیں اور میڈیکل کالجز ڈاکٹرز فراہم کرتے ہیں۔ یہ سوال نہیں کیا جاسکتا کہ انجینئرنگ والوں نے ڈاکٹرز تیار نہیں کیے تو ان کا کیا فائدہ ہے؟ نہ ہی یہ کہا جاسکتا ہے کہ میڈیکل والوں نے انجینئرز نہیں بنائے تو انہیں بند کر دینا چاہیے؛ کیونکہ ہر ادارہ اپنے اپنے شعبے کا کام کر رہا ہے۔

بعض لوگ دینی اداروں سے متعلق یہ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ ان کا معاشرے میں کوئی کردار نہیں؛ کیونکہ نہ تو یہ فوجی تیار کرتے ہیں، نہ ہی ججز... نہ ان سے ڈاکٹرز فراہم ہوتے ہیں اور نہ ہی انجینئرز۔ یہ اعتراض سراسر بے جا ہے:

i. پہلی بات تو یہ ہے کہ دینی مدارس و جامعات کا اپنا شعبہ اور مقصد ہے۔ جس طرح انجینئرنگ یونی ورسٹی سے یہ توقع نہیں کی جاتی کہ وہ ڈاکٹرز تیار کرے، یوں ہی دینی مدارس سے یہ توقع کرنا بھی غیر منطقی ہے کہ وہ انجینئرز فراہم کریں۔ دینی مدارس کا شعبہ علومِ اسلامیہ (Islamic Sciences) ہے۔ اِن کا بنیادی مقصد قرآن و سنت کا گہرا علم رکھنے والے افراد تیار کرنا ہے.... اگرچہ ان سے تربیت پانے والے ڈاکٹرز بھی بنتے ہیں اور دیگر شعبوں میں بھی کام کرتے ہیں، لیکن یہ اِن کا بنیادی مقصد نہیں ہے۔

ii. دوسری بات یہ ہے کہ جدید دُنیا میں انسان کی ذاتی حیثیت (Individualism) کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ فرد کی تعمیر و آزادی کے لیے ہر شخص کو اپنا تعارف درکار ہے کہ 1) میں کون ہوں؟ 2) مجھے کیوں بنایا گیا؟ 3) مجھے کس نے بنایا؟ پہلے سوال کے جواب پر عصری اداروں میں بحث کی جاتی ہے... لیکن آخری سوالات کے حوالے سے ہر طرف خاموشی ہے۔ یہ سوالات کسی بھی یونی ورسٹی کا موضوع نہیں ہیں.... نہ آکسفورڈ کے نصاب میں شامل ہیں، نہ کیمبرج اِن پر گفتگو کرتی ہے اور نہ یہ ہی ہاورڈ کے مضامین کا حصہ ہیں۔ اِن دونوں سوالوں کا جواب قرآن و سنّت سے ملتا ہے اور فقط دینی مدارِس میں سکھایا جاتا ہے۔

یہ کہنا ہرگز بے جا نہیں کہ دینی مدارِس میں عطا کی جانے والی تعلیم و تربیت کے بغیر افراد اپنی پہچان اور تعارف ہی مکمل نہیں کر سکتے۔

iii. کردار کی تعمیر کے لیے ایک اور سوال بھی بہت اہم ہے کہ میرا مستقبل (Future) کیا ہے؟ دیگر اِدارے باقی ماندہ زندگی کو مستقبل قرار دیتے ہیں، جس کی کوئی ضمانت نہیں کہ وہ چند منٹ ہے، کچھ گھنٹے یا پھر محدود سال... اصل مستقبل تو آخرت کی زندگی ہے۔ اصل اور یقینی فیوچر، یعنی آخرت کی تیاری سب سے اہم ہے اور اُس کی تعلیم و تربیت فقط دینی مدارس دیتے ہیں۔

iv. یہ نکتہ بھی اہم ہے کہ اگر اسلامی نظام ہو تو منصبِ قضا (Judicial office)، تجارت اور دیگر کئی شعبہ جات اصل میں دینی مدارِس کے فضلا کے ہی میدان ہیں؛ کیونکہ اِن تمام چیزوں سے متعلق قرآن و سنّت کے تفصیلی احکام فقط مدارِس کے نصاب کا حصّہ ہیں؛ اِسی وجہ سے اسلامی بینکاری میں شریعہ اسکالرز کے لیے درسِ نظامی کا فاضل ہونا بنیادی شرط ہے۔

چنانچہ بجا ہے کہ معاشرے کی بہتری میں مدارس نہ صرف کردار ادا کرتے ہیں، بلکہ بہت اہم اور بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔

دینی مدارِس سے عملی تعاوُن

علمِ دین کی مَحبَّت ہر مسلمان کے دل میں راسخ ہونی چاہیے اور ظاہر ہے کہ جو بندہ علمِ دین سے سچا پیار کرتا ہو وہ کسی نہ کسی انداز میں دینی مدارِس سے تعلّق بھی رکھتا ہے۔

یہ تو ممکن نہیں کہ ہر بندہ باضابطہ طور پر کسی مدرسہ یا جامعہ داخلہ لے کر علم حاصل کرے، تاہم دیگر ذرائع سے علمِ دین میں ترقّی پانا اور مدارِس وجامعات سے ہر ممکن تعاوُن کرنا ایک مذہبی فریضہ ہے۔

دینی مدارس وجامعات کے ساتھ تعلق کے کچھ مؤثر طریقے یہ بھی ہوسکتے ہیں:

i. اُن کے ساتھ تعاون کے لیے اپنا مال پیش کریں۔
ii. نیز اپنے اثرورُسوخ اور صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اُن کی ترقّی کے لیے کوشش کریں۔
iii. اُن کے مثبت تعارف کو عام کریں اور نئی نسل کو اُن کی اہمیت سے آگاہ کریں۔

خالقِ کریم نے فرمایا: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ... "نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو!" [المائدۃ5:2]

آیتِ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علمِ دین کی اِشاعت سمیت ہر نیکی میں تعاوُن کے تمام ممکنہ ذرائع کو اختیار کرنا چاہیے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا: ایک آدمی سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ثواب پیش کرنے کے لیے ہر ماہ یا ہر سال حلال مال سے کھانا پکوا کر تقسیم کرتا ہے، اگر وہ یہی رقم ایصالِ ثواب کی نیت سے ایک صحیح العقیدہ مستحق طالبِ علم کی دینی تعلیم پر خرچ کردے تو کیا اُسے کھانا تقسیم کرنے کے برابر ثواب ملے گا اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوں گے؟

امامِ اہلِ سنت علیہ الرحمہ کے جواب کا خلاصہ ہے: دینی تعلیم کے لیے مال پیش کردینا کھانا کھلانے سے بہتر ہے اور کئی گنا زیادہ ثواب ملے گا۔ پھر آپ نے اِس پر بطور دلیل لکھا: اچھی نیت سے حلال مال خرچ کرکے کھانا کھلانے پر دس گنا ثواب ہے۔ قرآن فرماتا ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۔ "جو ایک نیکی لائے تو اُس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہیں۔" [الانعام6:160]... جب کہ طالبِ علمِ دین کی مدد کرنے پر کم از کم سات سو گنا ثواب ملتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے: مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۔ "اُن لوگوں کی مثال جو اپنے مال "اللہ کی راہ" میں خرچ کرتے ہیں اُس دانے کی طرح ہے جس نے سات بالیاں اُگائیں، ہر بالی میں سَو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہے اِس سے بھی زیادہ کر دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔" [البقرۃ2:261] علما نے فرمایا: "اللہ کی راہ" سے خصوصًا علمِ دین کے طلبہ مراد ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ، ج:10، ص:305، 306، مسئلہ:153، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ)

حرفِ آخر: علمِ دین کی ضرورت اور ہماری ناگفتہ بہ حالت

رحمتِ الٰہی سے دینی تعلیمات پر عمل کرنا کامیابی کی ضمانت ہے... جب کہ دین سے دُوری ہلاکت وتباہی کا پیش خیمہ ہے۔ یہ ایسی روشن حقیقت ہے جس کا انکار کسی صورت ممکن نہیں۔

دین پر صحیح طور سے عمل کے لیے علمِ دین حاصل کرنا ناگزیر ہے۔ یہی وہ عظیم الشان دَولت ہے جس میں اِضافے کی چاہت و تمنّا ربِّ کریم کو پسند ہے اور اِس کا شوق دلانے کے لیے قرآن وسنّت میں اِس کے بے شمار فضائل بیان فرمائے گئے ہیں۔

سیدنا صَفوان بن عَسّال مُرادی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: إِنِّيْ جِئْتُ أَطْلُبُ الْعِلْمَ۔ یارسول اللہ، صلّی اللہ علیک وسلّم! میں علمِ دین حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

- مَرْحَبًا بِطَالِبِ الْعِلْمِ! "طالبِ علم کو خوش آمدید!"
- طَالِبُ الْعِلْمِ لَتَحُفُّهُ الْمَلَائِكَةُ وَتُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا، ثُمَّ يَرْكَبُ بَعْضُهُ بَعْضًا حَتّٰى يَبْلُغُوا السَّمَاءَ الدُّنْيَا؛ مِنْ حُبِّهِمْ لِمَا يَطْلُبُ۔ یعنی "بلاشبہ طالبِ علمِ دین کو فرشتے اپنے جھرمٹ میں لے لیتے ہیں اور اپنے پَروں سے اُس پر سایہ کرتے ہیں، پھر وہ ایک دوسرے کے اُوپر جمع ہوتے ہیں، یہاں تک کہ آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہ سب اِس لیے کرتے ہیں کہ اُنھیں علمِ دین سے پیار ہے۔"

پھر سیدنا صفوان رضی اللہ عنہ نے موزوں پر مسح کا مسئلہ پوچھا تو حضور ﷺ نے مدتِ مسح بیان فرمائی کہ مسافر تین دن رات (72 گھنٹے) اور مقیم ایک دن رات (24 گھنٹے) تک موزوں پر مسح کر سکتا ہے۔ (المعجم الکبیر، حدیث: 7347. رجالہ رجال الصحیح، مجمع الزوائد: 550)

نعمتِ علم کی عظمت جتنی زیادہ ہے ہم اُسی قدر اُس کے حصول میں کوتاہی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ علمِ دین سے غفلت کا نتیجہ ہے کہ دینی احکام پر عمل کا رُجحان تیزی سے کم ہوتا جارہا ہے۔

ماہِ شوّال میں دینی مدارِس وجامعات کا نیا تعلیمی سال شروع ہوتا ہے۔ اِس مناسبت سے آج "نعمتِ علم کی عظمت اور دینی مدارس کی اہمیت" کو موضوعِ سخن بنایا گیا۔ چند اہم نکات یہ ہیں:

1) اگر کسی کے پاس دُنیا کی دَولت وافر ہے تو محض اِس بنیاد پر وہ ہرگز اِس لائق نہیں کہ اُس پر رشک کیا جائے، تاہم علمِ دین وہ عظیم نعمت ہے جس سے بہرہ مند عالمِ باعمل کو جانِ عالَم ﷺ نے قابلِ رشک قرار دیا ہے۔

2) عصرِ حاضر میں کمپیوٹر، اسمارٹ فون اور انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعے معلومات حاصل کرنا نہایت آسان ہو چکا ہے، مگر محض معلومات کی کثرت کامیابی کے لیے کافی نہیں، حقیقی سرفرازی کے لیے علم کے ساتھ ہدایت کا ہونا بھی بہت ضروری ہے؛ لہٰذا کسی بندے کو اِس

غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ میری معلومات بہت زیادہ ہیں اور یہی کامیابی کی ضمانت ہے، بلکہ اُسے یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ مجھے قرآن وسنّت کے ذریعے ہدایت کس قدر نصیب ہوئی ہے۔ اکابر کے پاس آج جیسی معلومات کی وُسعت نہیں تھی، مگر وہ ہدایت یافتہ تھے... جب کہ ہمارے پاس ہر طرح کی معلومات دستیاب ہیں، لیکن ہدایت کا چراغ مدھم ہوتا جارہا ہے۔ کسی شاعر نے خوب کہا:

اُجالا علم کا پھیلا تو ہے چاروں طرف یارو!
بصیرت آدمی کی کچھ مگر کم ہوتی جاتی ہے

ہدایت وبصیرت حاصل کرنے کے لیے ہمیں اِس حقیقت کا اِدراک کرنا چاہیے کہ علمِ دین کی ضرورت آج بھی اُتنی ہی ہے جتنی پہلے تھی، بلکہ فتنوں کی کثرت کے پیشِ نظر پہلے سے بھی کہیں زیادہ ہو چکی ہے۔

3) عصری تعلیم کے اِدارے بھی علم کے فروغ میں مصروف ہیں، مگر اُن کا نظام طلبہ کو دین کا علم نہیں دیتا، اس کے برعکس دینی مدارس و جامعات میں دینی وعصری تعلیم کا حسین امتزاج ہے۔ مدارس کے طلبہ دورانِ تعلیم یا فراغت کے بعد عصری علوم پر بھی عبور حاصل کرلیتے ہیں؛ یہی وجہ ہے کہ مدارس سے فیض پانے والوں میں پی ایچ۔ڈی ڈاکٹرز، ایم۔فل سکالرز، لیکچرارز، پروفیسرز اور دیگر شعبوں میں خدمات انجام دینے والے موجود ہیں۔

4) عمومی طور پر لوگوں میں دینی مدارس کے حوالے سے غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں، حالانکہ اِن کا تعلیمی معیار اِتنا بلند ہے کہ H.E.C "تنظیم المدارس اہلِ سنت پاکستان" اور دیگر بورڈز کی سند کو ڈبل ایم۔اے کے برابر تسلیم کرتی ہے۔

5) علمِ دین سے محبّت اور دینی مدارس سے تعلّق ہمارا مذہبی فریضہ ہے۔ ہمیں چاہیے کہ علم کے فروغ اور مدارس کی ترقّی کے لیے کردار ادا کریں... اِن سے مالی تعاوُن کریں... اِن کے لیے اثر ورُسوخ اور صلاحیتیں بروئے کار لائیں اور نسلِ نَو کو اِن کی اہمیت سے آگاہ کریں۔

شرعی مسئلہ: خواتین کے لیے زینت اختیار کرنا جائز ہے اور اچھی نیت رکھیں تو اُنھیں ثواب بھی ملے گا، مثلاً رضائے اِلٰہی کے لیے یہ نیت ہو کہ شوہر خوش ہو گا۔

یہ بات بھی اہم ہے کہ عورت کو شوہر اور محارِم کے علاوہ کسی بھی مَرد کے سامنے اپنی زینت ظاہر کرنے کی اِجازت نہیں... یعنی اُسے یہ اِجازت نہیں کہ زیور پہن کر بے حجاب غیر مَردوں میں جائے یا اُن میں ایسا زیور پہنے جو بجتا / آواز دیتا ہو۔[1]

---

[1] ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ... "اور اپنے پاؤں اِس طرح زمین پر نہ ماریں کہ وہ زیور معلوم ہو جائے جسے وہ چھپا رہی ہیں۔" [النور 24:31]
معلوم ہوا کہ عورتیں چلنے پھرنے میں بھی پاؤں اس قدر آہستہ رکھیں کہ ان کے زیور کی جھنکار نہ سنی جائے؛ اسی لیے چاہیے کہ عورتیں بجنے والے جھانجھن نہ پہنیں۔ (ماخوذ از خزائن العرفان)

اللہ تعالیٰ جانِ رحمت ﷺ کے طفیل ہمیں علمِ دین کی تڑپ بھی عطا فرمائے اور اُس میں اِضافے کی سعادت سے بھی نوازے!

خالقِ کریم علمِ دین کے مراکز، یعنی دینی مدارس وجامعات کو ہمیشہ آباد وشاد رکھے اور ہمیں اُن سے استفادہ کے ساتھ ساتھ اُن کی ترقّی کے لیے کردار ادا کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے!

قادرِ مطلق مسلمانوں میں جذبۂ جہاد بیدار فرمائے! اہلِ غزہ سمیت دُنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے، امریکہ اسرائیل گٹھ جوڑ کے شر سے اُمّت کو محفوظ رکھے! اور اسرائیل کو تمام اتحادیوں سمیت نشانِ عبرت بنائے!

ربِّ کریم اہلِ پاکستان کو ہر قسم کی اندرونی وبیرونی سازشوں سے محفوظ رکھے، ملک کی تمام سرحدات کی حفاظت فرمائے! اِسے امن وسلامتی کا گہوارہ بنائے! اور تمام اربابِ اختیار کو اسلام کا خدمت گزار اور عوام کا خیر خواہ کردے! **آمین بجاہِ النّبیِّ الکریم** ﷺ!